علم دین کے تقاضے اور ذمہ داریاں

حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ
بانی: دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

دنیا میں اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات لاتعداد ولاتحصی ہیں، سب سے بڑی نعمت جو خداوند تعالیٰ نے ہم پر کی ہے، وہ نعمت ہے حصول علم وتعلیم کی، آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے سب سے پہلے جو وحی ارشاد فرمائی ہے، وہ یہ ہے:

﴿اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم﴾ ...... پڑھو اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا ہے، بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے، پڑھو اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے، سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم یہ ہے کہ اے پیغمبر تو قرأت کر اس سے معلوم ہوا کہ علم کی نعمت مہتم بالشان نعمت ہے، وحی متلو کا پہلا جملہ اور کلمہ اقراء ہے، شریعت کے بہت سے احکام مہتم بالشان ہیں، جیسے توحید کا مسئلہ جو سب سے اہم ہے، یا نبوت ورسالت کا مسئلہ اسی طرح عبادت واطاعتِ خداوندی، تیسرے درجے میں اچھے اخلاق، چوتھے درجے میں حقوقِ انسانی کی ادائیگی، اسی طرح ہزار ہا احکامات ہیں جن کی اہمیت بجائے خود ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم اور پہلی وحی اقراء ہے، یعنی پڑھ اے پیغمبر، قرأت کا حکم دیا، جس کا معنی ہے پڑھنا، پہلا حکم تعلیم وتعلم کا دیا، اور یہ قاعدہ آپ کو معلوم ہے کہ حکم کا تعلق جب کسی وصف سے ہوجائے تو وصف منشاء اور علت ہوتا ہے اس حکم کے لئے، گویا قرأت سے جو مایوسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، "ماانا بقاریٔ" کہ میں پڑھا ہوا نہیں تو اس مایوسی کا ازالہ پروردگار جل شانہ نے "اقرا باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقراء ربك الاکرم" سے کیا کہ وہ رب جو نیست سے ہست کرنے والا ہے جس نے انسان کو منجمد خون سے احسن تقویم پر پہنچایا ہے، وہ غیر قاری کو قاری بلکہ سید القراء بنا سکتا ہے، اس کی شان اکرمیت پر نظر کرتے ہوئے قرأت فرمائیں، تو انسان کی تخلیق کا منشاء

شان ربوبیت اور قراءۃ کا منشاء شانِ اکرمیت ہوا۔

لطف یہ کہ ربك الکریم نہیں فرمایا بل کہ ربك الاکرم فرمایا، تو گویا شانِ ربوبیت کا تقاضا تخلیق ہے اور شان اکرمیت کا تقاضا تعلیم ہے، علم دینے کا منشاء وہ شانِ ربوبیت ہے جو اکرمیت سے موصوف ہے، پس اکرم جو انعام دیتا ہے وہ شان اکرمیت کے مطابق ہوگا اور وہ انعام یہاں علم ہے تو معلوم ہوا کہ علم کی نعمت ایک مہتم بالشان نعمت ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خلعت نیابت اور خلافت ارضی کا منصب دیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا، تو قرآن مجید نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ یہی فضیلت علمی تھی کہ جس کی وجہ سے فرشتوں پر انہیں فضیلت دی گئی اور فرشتوں سے کہا گیا: ﴿اسجدوا الآدم﴾...... سجدہ کرو آدم علیہ السلام کی طرف۔

اب اس کی تاویل جو بھی آپ کریں، مسجود لہ ذاتِ خداوندی تھا، مگر مسجود الیہ یعنی قبلہ اور رخ سجدہ تو ذات آدم ہی ہوا، فرشتوں نے عرض کیا: ﴿اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفك الدماء﴾ ...... یارب! آپ زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرتے ہیں جو شر و فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿انی اعلم مالا تعلمون﴾...... میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اور امتحان کا ایک موقع اس کے بعد مقرر فرمایا، فرشتوں سے اشیاء کی خاصیات اور نام پوچھے اور حضرت آدمؑ سے بھی، فرشتوں نے اپنی عجز و کم علمی کا اعتراف کیا۔ ﴿سبحانك لاعلم لنا الاما علمتنا انك انت العلیم الحکیم﴾...... پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم کو سکھایا بیشک تو ہی ہے اصل جاننے والا حکمت والا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اہل علم کی قدر و منزلت:...... اس وقت ہمیں یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ اہل دنیا کی نظروں میں اہل علم کی کیا وقعت ہے یا وہ ہمیں حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، بلکہ اس کو دیکھنا ہے کہ اللہ و رسول کے نظر میں اہل علم کا کیا رتبہ و مقام ہے، گو ہمارا طبقہ عوام کی نظروں میں حقیر ہو جائے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس زمرہ پر انعامات کی بارشیں ہوتی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میری عمر پندرہ سولہ برس کی تھی، اپنے والد مکرم کے ساتھ حج کرنے گیا، غالباً منیٰ کے میدان میں دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک معمر شخص کے اردگرد حلقہ بنائے بیٹھے ہیں، میں نے باپ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے، اس نے کہا کہ یہ عبداللہؓ، رسول اللہ کے صحابیؓ ہیں اور حضورؐ کی احادیث سناتے ہیں، مجھے بھی ان سے حدیث سننے کی خواہش ہوئی، والد صاحب مجھے ساتھ لے گئے، جب وہاں پہنچے تو عبداللہ بن جزء یہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ "جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تفقہ فی الدین حاصل کرے، اللہ تعالیٰ اس کو فکر رزق سے مستغنی کر دیتا ہے"، یہ پہلی حدیث تھی جو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنی، جو حرف بحرف

صادق ہے۔

علم کی ظاہری برکات:......اس پُرفتن دور میں جب آپ لوگ مدرسے سے باہر نکلیں تو معلوم ہوگا کہ لوگ اگرچہ تمہیں بری نظروں سے دیکھتے ہیں، اور تم کو زائد و بے کار سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ کسی کام کے نہیں، لیکن الحمدللہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ علم کے صحیح طلب گار بنائے، اور فقہائے دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے، ہم جو صرف رسمی اور ظاہری تفقہ فی الدین کی راہ پر جا رہے ہیں، اس کی بھی اتنی برکت ہے کہ یہ طبقہ سب سے زیادہ فارغ البال ہے، جسے روزی کمانے کے لئے نہ ہل جوتنے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، نہ کھیتی باڑی نہ مزدوری اور نہ بار برداری کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، بلکہ پوری بے فکری اور راحت سے تمہیں پکا پکایا رزق ملتا ہے، باقی لوگ ایک ایک نوالہ اور ایک وقت پیٹ بھرنے کے لئے شب و روز محنتوں اور مزدوریوں میں سرگردان رہتے ہیں، مگر یہ ہمارا زمرہ مساکین اس دور زوال میں بھی جبکہ لوگوں کی نظروں میں کانٹوں کی طرح چبھتے ہیں، سب سے زیادہ فارغ البلال اور مطمئن ہے، یہ اسی حدیث کی صداقت ہے جو امام ابوحنیفہؒ نے سنی اور بیان فرمائی، علماء کے اس زمرہ میں شامل ہونا اور تعلیم و تعلم کی توفیق، اللہ کی طرف سے بڑی نعمت ہے، تخلیق اور پیدائش کی نعمت تو مشترکہ نعمت ہے، جو نباتات، حیوانات، جمادات، فلکیات اور دیگر عناصر اور سب مخلوق میں پائی جاتی ہیں، مگر انسان کا مابہ الامتیاز علم الانسان مالم یعلم ہے، ہم سب موجودات ہیں، موجد خداوند تعالیٰ ہے، وجود اثر ربوبیت ہے، الحمدلله رب العالمين، وجود اسی شان ربوبیت کا مظہر ہے، جو مشترک ہے مگر علم امتیازی چیز ہے، جو شان اکرمیت کا مظاہرہ ہے، اسی کی بدولت ہمارے جد امجدؑ کو خلافت ارضی کی نعمت ملی، یہی وہ نعمت ہے کہ طالوت کے متعلق جب قوم نے اعتراض کیا کہ یہ مفلس ہے، حکومت چلانے کے لائق نہیں، تو جواب ملا کہ حکومت کے لائق تو صرف یہی ہے اور وجہ بتلائی ﴿وزاده بسطة فی العلم والجسم﴾ کہ مدار حکومت علم ہے نہ کہ مال و دولت، علم کو اول ذکر کیا کہ حکومت کا منشاء علم ہے، جسم یعنی فوجی طاقت کو بعد میں ذکر فرمایا، نیابت خداوندی کا منشاء بھی علم ہے، جس کے لئے ہم اور آپ نے خود کو دینی مدارس میں مقید کر دیا ہے، یہ محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم ہے، ہمارا کمال نہیں، بعض دیہاتی اور گنوار لوگ جو اپنے اسلام لانے کو حضورؐ پر جتلایا کرتے تھے، ان کے بارے میں حضورؐ کو ارشاد ہوا:

﴿یمنون علیك ان اسلموا قل لاتمنوا علی اسلامکم بل الله یمن علیکم ان هدکم للایمان﴾ (پ:۲۶)......آپ ان دیہاتیوں کو کہہ دیجئے کہ آپ اسلام لانے کو ہم پر نہ جتلائیں کہ اللہ کا تمہارے اوپر احسان ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی توفیق دی۔

پاکستان کے پندرہ کروڑ مسلمان یا روئے زمین کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں میں سے کسی کو اس کام کے لئے منتخب کرنا اسی کی عنایت اور مہربانی ہے، ہمیں چاہیئے کہ ہر وقت سربسجود رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے والدین

اور رشتہ داروں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ ہم کو زمینداری، صنعت وحرفت، تجارت ومزدوری اور اپنی خدمت کی بجائے علم میں لگادیا، قال اللہ اور قال الرسول سیکھنے کے لئے بھیجا اور قرآن اور حدیث کے سامنے ہمارے زانوتہ کرائے۔

میں آپ کو کیا عرض کروں، حرص اور لالچ کا تو علاج نہیں، ورنہ علم کی وجہ سے ہمیں دنیا کی آسودگی بھی حاصل ہے، ہمارے کپڑے عوام سے اچھے ہیں، ہمیں پانچ وقت صفائی کا موقع ملتا ہے جو اوروں کو نصیب نہیں، ہمیں اوروں سے زیادہ آرام وراحت میسر ہے، کسی کا ایک مہمان بھی اگر دوسرے دن رہے تو سگا بھائی کیوں نہ ہو اس کی خدمت سے تنگ ہوجاتا ہے، مگر ہم ہر وقت اللہ اور اس کے رسول کے مہمان ہیں اور اس نے اپنے بندوں میں علماء وطلباء کی خدمت کے لئے ایسے لوگ پیدا کئے جو تمہاری خدمت اپنے اوپر انعام خداوندی سمجھتے ہیں، تمہاری ضروریات پورا کرتے ہیں، وہ اپنے بچوں سے تمہیں زیادہ محبت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، یہ برکت ہے علم کی۔

علم کے لئے اذعان ویقین ضروری ہے:...... بہر تقدیر اب اتنا عرض کروں کہ اس نعمت خداوندی کا شکر ادا کرنا اور قدر کرنا ضروری ہے، علم کے لئے اس کی ضرورت ہے، کہ جو چیز ہم کتابوں اور اساتذہ سے سیکھیں اس پر ہمارا اذعان ویقین ہو، ایک تو صرف رسم ہے کہ بعض لوگ علم سیکھتے ہیں، یا باپ دادا عالم تھے تو اس لئے میں بھی علم حاصل کروں اور ایک طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ پڑھا جائے اس پر دل مطمئن ہو اور یقین واذعان ہو کہ یہ درست ہے۔

بھائیو! علم کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ قلب وروح اور رگ وریشہ میں رچ بس جائے اور یہ کہ اس میں جس ثواب وعقاب کا ذکر ہے اور جو وعدو وعید ہے وہ یقیناً مرتب ہونے والا ہے، اور اگر یہ حالت نہ ہو تو علم فائدہ نہ دے گا۔

طالب علم کی تین قسمیں:...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وحی کی مثال بارش کی طرح ہے کہ اس سے دل اور بارش سے زمین زندہ ہوتی ہے، زمین تین قسم کی ہوتی ہے، ایک وہ زمین جس نے اپنے اندر پانی جذب کیا، چند دن کے بعد سبزہ اور پھول ترکاری قسم قسم کے باغات اگائے، زمین سرسبز وشاداب بن گئی، جیسے ہمارے علاقے کی سنگلاخ زمین کو گویا وادیٔ غیر ذی زرع ہے، پچھلے دنوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش ہوئی، زمین نے پانی جذب کیا، اب ہر طرف سبزہ اور بہار ہے۔

دوسری قسم وہ زمین ہے جس نے پانی کو جذب نہ کیا، مگر پانی کو محفوظ کیا، نیچے کی تہہ سخت ہے، پانی جذب نہیں کرتی اور چونکہ وہ زمین پست ہے اور گڑھا ہے اور پستی تواضع کی علامت ہے، اب اگرچہ اس سے سبزہ نہ اگا، مگر مخلوقات کو فیض پہنچ رہا ہے، سب چرند پرند حیوانات آ آ کر اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں، پانی لے جاتے ہیں۔

تیسری قسم وہ زمین ہے جس نے نہ پانی جذب کیا اور نہ پانی کو محفوظ رکھا، جیسے پہاڑ اور ٹیلے وغیرہ بلکہ ادھر بارش ہوئی اور ادھر سارا پانی بہہ کر ضائع ہوگیا۔ تو وحی میں حیات کا مادہ ہے، اس کے طالب بھی تین قسم کے ہیں، ایک طالب وہ ہے

کہ علم کی راہ میں گھر سے نکلا، بے نمازی تھا، داڑھی منڈاتا تھا، خلاف سنت کام کرتا تھا، مدرسہ میں آ کر چند دن میں بدل گیا، اب اس پر اعمال صالحہ، اتباع سنت، عاجزی اور تواضع کے پھول اور چہرہ پر سنت نبوی کا سبزہ اگ آیا، اب لوگ اسے دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ اس کی بداخلاقی، درشت کلامی، سب وشتم اور بدعملی یکایک کیسی بدل گئی، یہ وہ طالب علم ہے جس نے علم کی بارش کو اپنے اندر جذب کیا۔ بعض ایسے طلبہ بھی ہیں کہ جنھوں نے علوم ومعارف جمع کئے اور اب ان کو اوروں تک پہنچاتے ہیں، گو خود زیادہ فائدہ نہ اٹھایا مگر دنیا کو فائدہ پہنچایا۔

تیسری قسم وہ ہے کہ نہ خود علم حاصل کیا، نہ اوروں تک پہنچایا، چٹیل میدانوں اور بنجر زمین اور ٹیلوں کی مانند ہیں کہ نہ علم کو جذب کیا اور نہ اوروں کے لئے محفوظ کیا، صحیح معنوں میں علم حاصل کرنے والے بہت کم ہیں، الحمد للہ بعض ایسے بھی ہیں کہ علم اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور اس کی خوشنودی کا راستہ معلوم ہو، مگر قلیل ماھم۔

علم کی اولین شرط تصحیح نیت ہے:...... علم کی تحصیل میں اولین اور اہم چیز نیت ہے، ایک آدمی جب ایک کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے عزم اور نظریہ پہلے سے بناتا ہے، مقصد متعین کرتا ہے، اگر یہ نیت ہو کہ آگے قبر، حساب کتاب کا مرحلہ ہے، خدا کے ہاں پیشی ہونی ہے اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے اس کی مرضیات کا حصول ضروری ہے اور رضا کے حصول کے لئے علم ہی ذریعہ ہے، اب اگر پہلے سے علم اور اپنی زندگی کا مقصد متعین کر دے تو اس کا درجہ غازی اور شہید کے برابر ہے، شہید وہ ہے جس کا ایک نظریہ عقیدہ اور عندیہ ہو اور لوگ اس کے نظریہ اور عقیدہ کی مخالفت کرتے ہوں مگر یہ اس کی صداقت پر مطمئن ہوتا ہے کہ سر جائے تو جائے مگر اس نظریہ کے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، اس کا تعلق دل سے ہے، یہ دل میں رچ جاتا ہے۔

مقصد کی خاطر قربانی:...... آپ کو صحابہؓ کے واقعات معلوم ہیں اور پڑھنے کے دوران بھی معلوم ہوتے جائیں گے، حضرت جعفر طیارؓ کا ایک نظریہ تھا کہ زندگی کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور اعلاء اسلام ہے، میدان جنگ میں اسلام کا جھنڈا بلند کئے ہوئے ہیں، کافروں نے تلوار سے ہاتھ کاٹا، دوسرے ہاتھ سے جھنڈا تھام لیا کہ گرنے نہ پائے، دوسرا ہاتھ کاٹا گیا، تو کہنیوں سے پکڑ کر سینہ سے لگا لیا اور مرتے دم تک گرنے نہ دیا، کافروں نے تلواروں سے شہید کیا تو گر پڑے، کتابوں میں ہے کہ حضرت جعفرؓ کے دانت جھنڈے میں پھنس گئے تھے اور بمشکل جھنڈا ان کے دانتوں سے الگ کیا گیا، ان حضرات کا ایک عقیدہ تھا، اور اس پر اذعان تھا، کفار اس نظریہ کے مخالف تھے، مگر ان میں جب تک جان باقی تھی وہ اس کا تحفظ کر رہے تھے، یقین تھا تب تو عمل بھی ایسا پیش کیا۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ آج کل (۱۳۸۴ھ کی بات ہے) ہندوستان کے جنوبی حصوں میں زبردست گڑبڑ ہے، کالجوں کے طلبہ وغیرہ حکومت سے لڑ رہے ہیں، حکومت ہندی زبان رائج کرنا چاہتی ہے، اور وہ علاقائی زبانیں

چاہتے ہیں، اپنے اس نظریہ کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں اور برسر راہ اپنے آپ پر تیل ڈال کر آگ لگا لیتے ہیں اور جل جاتے ہیں، اپنی جان ہلاک کر رہے ہیں، مگر اپنا عندیہ چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے، اسی طرح پچھلے دنوں چین کا وزیر اعظم کراچی آیا ہوا تھا، اس کے استقبال میں استقبالیہ دروازے لگائے گئے تھے، چین کی کاغذی جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں، کہیں ایک کاغذی جھنڈا راستہ میں گر پڑا تھا، چینی وزیر اعظم کی نظر پڑی تو ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں لپک کر اسے اٹھایا، بوسہ دیا اور سیکریٹری کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ میں کیسے برداشت کرسکتا ہوں کہ چین کا جھنڈا زمین پر پڑا ہو، ان قوموں کی عجیب زندگی ہے، دنیا کو بتلاتے ہیں کہ ہمارا ایک نظریہ ہے، ہم اس کی توہین برداشت نہیں کرسکتے۔

تو ہمارا بھی ایک عقیدہ ہے، ایک مسلک ہے، ایک پیغام ہے، ساری دنیا اور ماحول اس کی دشمن ہے، کفار کو تو چھوڑیئے، اکثر مسلمان بھی اس پیغام قرآن وسنت کو نہیں چاہتے، ہمارے طلبہ کا یہ زمرہ اگرچہ بے وسیلہ، بے آسرا اور بے سروسامان ہے، مگر اسے اس نظریہ کی حفاظت واشاعت کے لئے جان کی بازی لگانی ہے، ہر قسم کی قربانی دینی ہے، ہندوستان میں انگریزوں کے دور اول میں بہت سے علماء شہید ہوئے، برسر راہ سینکڑوں کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔

دین کے لئے ہمارے اکابر کی قربانیاں:...... ہمارے اکابرؒ نے قربانیاں دیں، ان ہی حالات میں ہمارے شیخ الشیوخ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے انار کے ایک درخت کے نیچے دین کی حفاظت کا کام شروع کیا، انگریز اسلام کو یہاں سے ختم کرنا چاہتا تھا اور جس طرح اندلس اور سمرقند و بخارا میں مسلمانوں کا حشر ہوا وہی حالت یہاں بھی دہرانا چاہتا تھا، مگر ہمارے یہی اکابر میدان میں آئے اور وہ سمجھ رہے تھے کہ دین کی حفاظت کی یہی ایک صورت ہے، ان کے پاس وسائل وذرائع نہیں تھے مگر محض اللہ کے بھروسہ پر کام کا آغاز کیا، آج جو کچھ بھی ہے، اسی اخلاص اور قربانیوں کا ثمرہ ہے۔

ہم خود اپنی ضعف اور کمزوری پر نظر ڈالتے ہیں تو اپنے حال پر ہنسی آجاتی ہے، وہ مشہور مثل ہے کہ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ، ایسے دور میں، ہم جیسے کمزور دین کی کیا خدمت کرسکیں گے مگر اللہ نے دین کا ایک کام شروع کرایا اور اپنی امداد وفضل و کرم سے دستگیری کی، ہم الحمدللہ دنیا کے مقابلہ میں ایک نظریہ قرآن وحدیث کا رکھتے ہیں اور یہ دین، جس شکل میں ہمیں سلف صالحینؒ سے پہنچا ہے، یہ امانت ہمیں اسی شکل میں سیکھنی ہے، اوروں تک پہنچانی ہے، نہ صرف زبان سے بلکہ عمل و کردار سے بھی اس کا دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے، اگر عمل وکردار نہ ہو تو زبان سے کچھ نہ بنے گا، چین کا وزیر اعظم تو کاغذی جھنڈا زمین پر نہ برداشت کرسکے اور ہم حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے دعویدار بن کر سنت کا جھنڈا (داڑھی) کترواکر زمین پر گندے بول وبراز کے نالوں میں پھینک دیں، حضرت جعفر طیارؓ نے تو مرتے وقت بھی دانتوں سے جھنڈے کو مضبوط پکڑے رکھا، اور ہم ایک ایک سنت کو مٹتا دیکھ کر خاموش رہیں؟......

علم کے ساتھ عمل کی ضرورت:......جبکہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے لئے ساری دنیا سے انقطاع کر لیا اور اس کی حفاظت کے لئے دنیا کو پس پشت ڈال دیا تو ضروری ہے کہ اس علم پر ہمارا یقین واذعان ہو، عمل ہو، اگر آپ مزدوری کرتے تو ستر اسی روپے کما سکتے تھے، زمینداری تجارت کر سکتے تھے، یہ سب کچھ چھوڑنا ایک عظیم مقصد کی خاطر ہے، یہ نہ سمجھیں کہ بس ہمارا کام پڑھنا ہے اور عمل کرنا عوام کا کام ہے، جیسے ہندوستان میں ایک مؤذن تھا، اذان دے کر اپنے جوتے اٹھالیتا اور مسجد سے باہر چلا جاتا، لوگوں نے دریافت کیا کہ اذان دے کر کہاں چلے جاتے ہو، نماز نہیں پڑھتے، کہا ہم تو صرف بانگی (مؤذن) ہیں، نمازی اور آئیں گے۔

اگر یقین واذعان ہو تو ضرور عمل بھی درست ہوگا، یہ ناممکن ہے کہ ایک جگہ بچھو اور سانپ کا یقین ہو اور پھر بھی کوئی وہاں ہاتھ ڈالے، اگر قیامت اور عذاب وحساب پر ایسا یقین آجائے تو زندگی ضرور اس علم کے مطابق بنے گی، اگر یہ چیز نہ ہو اور تذبذب ہو اور علم وعمل میں مطابقت نہ ہو تو اسی وقت اس راہ کی گاڑی روک دینی چاہئے، اور اپنے نفس کو کہنا چاہئے کہ بیکار کوشش سے کیا فائدہ اس کی بجائے تو گھر جا کر والدین کی خدمت کرنی چاہئے، زندگی کے اور اور راستے اختیار کرنے چاہئیں۔

تبلیغ وانذار:......زندگی کو اس علم کے مطابق بنانے کے بعد ہمارا دوسرا فریضہ اوروں کو تبلیغ وانذار کرنے کا ہے، تفقہ فی الدین حاصل کرنے کے بعد سب سے اہم کام یہی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون﴾......سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تا کہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جب کہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف کہ وہ بچتے رہیں۔ (شیخ الہندؒ)

اذعان ویقین کے بعد تبلیغ وہی موثر ہوگی کہ خود ہماری زندگی اس کے مطابق ہو، جب آدمی خود چور ہو تو اوروں کو چوری سے کیسے منع کر سکے گا، جب ہم لوگوں کو انکار حدیث کی برائیاں بیان کریں گے، اور منکر حدیث پرویز کو کافر کہیں گے اور خود داڑھی کاٹتے ہوں، خلافت سنت کام کرتے ہوں تو لوگ کہہ سکیں گے کہ خود تم بھی تو حدیث پر عمل نہیں کرتے عملاً منکر حدیث ہو تو ایسی تبلیغ کب موثر ہوگی؟

علم کے بعد یہ فرائض جب صحیح طور پر ادا کئے جائیں گے تو خدا کی عنایت، فضل وکرم اور مہربانیاں شامل حال ہوتی ہیں اور احسانات ربانی کا فیضان ہوتا ہے، ایسے عالم کے درجات بہت بڑے ہیں۔

علماء حق کے درجات:......حدیث شریف میں آتا ہے کہ ''جو عالم اللہ کی رضا کے لئے بلا کسی غرض ولالچ کے علم کی تحصیل کرتا ہے اور اسے پھیلاتا ہے تو سمندر کی مچھلیاں، زمین کی چیونٹیاں، وحوش وطیور اور حشرات الارض اس کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں'' اور اگر علم کا حصول دنیاوی اغراض نام ونمود کے لئے ہو تو وہ شخص بلاشبہ الجم بلجام من النار کا مستحق ہوگا، اور اس کے لئے عذاب بھی شدید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں طالب علم کا درجہ اتنا اونچا ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کی راہ میں اپنے پر بچھاتے ہیں، حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ مراد کے ایک صاحب حاضر ہوئے، غالباً صفوان ان کا نام ہے، علم حاصل کرنا ان کا مقصود تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنائی کہ ایسے لوگوں پر رحمت کے فرشتے سایہ فگن ہوتے ہیں اور فرشتوں کے اوپر اور فرشتے سایہ کئے ہوئے ہوتے ہیں اور اسی طرح آسمان تک فرشتوں کے پرے لگ جاتے ہیں، فرشتوں کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ طالب علم پر جو رحمت خداوندی نازل ہو رہی ہے ہم خود بھی اس سے فیضیاب ہو جائیں، یہ رحمت خداوندی نہیں تو اور کیا ہے کہ طالب علم کو بظاہر کوئی فکر نہیں ہوتی، نہ روٹی کی، نہ کپڑے کی، رزق سے اللہ تعالیٰ نے مستغنی کر دیا ہے۔

تبلیغ کے لئے عملی نمونہ:......میرے بھائیو! دنیا کی کوئی فکر نہ کرو، نہ روٹی نہ معاش کی، اللہ غفور الرحیم اور رزاق ہے، اب تک جس ذات اقدس نے یہ سب کچھ مہیا کیا وہ آئندہ بھی دے گا، ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ اس میں تمہارا اہم کام دین کی حفاظت کرنا ہے، اسے سمجھنا اور اس طرح حاصل کرنا کہ خود دنیا کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور عمل پیدا ہونے کے بعد اوروں کی اصلاح کریں، پچھلے دنوں ایک طالب علم مدرسہ آئے، پہلے کالج پڑھتے تھے، داڑھی مونچھ صاف مگر چند دن مدرسے میں رہنے کے بعد اصلاح قبول کی اور وہ یکسر بدل گئے، وضع قطع سنت کے مطابق بنائی، میں کچھ عرصہ بعد ان کے علاقہ میں گیا، لوگ اس تبدیلی پر بہت حیران تھے، اس سے متاثر تھے اور سب اس کی عزت کرتے تھے، ایک طالب علم کے عمل سے وہاں کے لوگوں کو مدارس سے محبت اور علم دین کی طرف رغبت پیدا ہوئی، ایک طالب علم کے عمل سے پورا علاقہ متاثر ہوا، اگر ہم اپنا ماحول دیندار کرلیں تو ہمارا ملک دیندار بن سکتا ہے، ہم میں اتباع سنت ہو، اخلاق وعادات میں قرآن وحدیث کی پیروی ہو تو سارے ملک کی اصلاح ہو جائے گی، ایسے نازک وقت میں ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہئے۔

تحقیق وریسرچ کے نام سے ایجاد وتحریف دین:......ابھی تھوڑی دیر قبل مجلس میں ذکر ہو رہا تھا کہ ملک میں گمراہی اور الحاد کا ایک سیلاب تیزی سے آ رہا ہے، سب اسلامی حکومتوں کا رجحان بے دینی اور بے حیائی کی طرف ہے، ہمارا ملک ہو یا ایران، ترک ہوں یا انڈونیشیا سب یہ چاہتے ہیں کہ ہم صرف اسلام کا نام تو استعمال کریں کہ بعض مواقع میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور اس سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، باقی عملاً کوئی پابندی نہ ہو، شریعت سے آزادی ہو، جوا جائز ہو، زنا، بے پردگی عام ہو، داڑھی منڈوانا جائز ہو، شراب حلال ہو، سود کا کاروبار جاری ہو اور جو بھی ممنوع اور حرام کام کریں، اسلام کا لیبل اس پر لگا ہو، حکومتوں نے اس مقصد کے لئے مستقل ادارے قائم کئے ہیں جو اسلام کے متفقہ اجماعی محرکات کے بارے میں ریسرچ اور تحقیق کر رہے ہیں کہ موجودہ سود کی حقیقت حرام شدہ سود سے الگ ہے، وہ ربا تھی اور یہ تو جائز منافع ہے (معاذ اللہ) موجودہ شراب اس زمانے کا شراب نہیں کیونکہ مشینوں سے اس کے مضر اثرات ختم کر دیئے گئے ہیں، یہ تو شراب مصفّٰی ہے، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ علماء وطلبہ کی یہ جماعت اور یہ مدارس قطعاً نہ ہوں کہ ان کے الحاد وزندقہ کی

مخالفت کرنے والے نہ رہیں اور اوران پر نکیر کرنے والے لوگ ختم ہو جائیں، سب اسلامی ملکوں کی یہ حالت ہے، یہاں تو پھر بھی حالت قدرے اچھی ہے اور یہ برکت ہے ان مدارس کی، اللہ تعالیٰ مولانا نانوتویؒ کی قبر پر رحمتوں کی بارش برسا دے کہ انہوں نے عین موقع پر علم کی ایک شاخ لگادی، اگر یہ دینی مدارس نہ ہوتے تو یہاں کا نقشہ بدل گیا ہوتا، دین مٹ جاتا، اب ان ملحدین کی سمجھ میں نہیں آتا...... کہ مدارس عربیہ اور علماء وطلباء کا یہ جال جو پھیل رہا ہے کس طرح اس کا مقابلہ کریں اور اب رجال دین کے ذریعے نہیں بلکہ ریسرچ اور تحقیق تصنیف وتالیف کے ذریعے دین پر ان کی یلغار ہے، تو ہمیں چاہیے کہ اس کے مقابلے کے لئے بھی تیاری کریں کہ اصل اسلام محفوظ ہے اور دین میں یہ لوگ تحریف نہ کر بیٹھیں۔

دہریت کا مقابلہ:...... اندرون ملک ان فتنوں کی سرکوبی کے علاوہ دوسرا سیلاب دہریت کا ہے، کفار کہتے ہیں کہ اسلام و مذہب کی ضرورت نہیں، چین اور روس وغیرہ ہیں اور ہمارے ملک کو دہریت کا یہ خطرہ بھی درپیش ہے، امریکہ و برطانیہ ان دہریوں سے بھی زیادہ خبیث ہیں، ہمیں آنے والے دور میں عقائد کا تحفظ کرانا ہے، باہر دنیا کو بتلانا ہے کہ اس عالم انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کا وجود اور وحی ضروری ہے، بغیر اس کے نجات نہیں ہوسکتی، قیامت کا دن اور حساب وکتاب حق ہے، وحدانیت خداوندی اور رسالت محمدی حق ہے، اب اسلام کی حفاظت کے لئے تو اور مخلوق نہیں آئے گی ہمیں یہ کام سنبھالنا ہے، گو غیبی امداد ضروری ہے۔

﴿ان تنصروا الله ينصر كم﴾...... اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

ایسے حالات میں اگر ہماری حالت خود خراب ہو باہمی جنگ وجدال اور فروعی مسائل پر مار پیٹ میں لگے رہیں تو یہ کام کس طرح ہوگا، اہل باطل جو انگریزوں کے شاگرد ہیں، تو یہی چاہتے ہیں کہ علماء آپس کے جھگڑوں میں پھنسے رہیں جس طرح بنوعباس کے دور میں حکومت نے علم کلام کے جھگڑوں میں علماء کو مشغول رکھا، تاکہ نصب العین ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائے، اور اہل باطل کو یلغار کا موقع ملے۔

ادب:...... اساتذہ اور منتظمین مدرسہ تمہارے دشمن نہیں ہوتے، استاد تمہارا روحانی باپ ہے، حضرت علیؓ کا ارشاد ہے، ''من علمني حرفاً فهو مولاي '' کہ جس نے مجھے ایک حرف سکھایا، وہ میرا مالک ہے، چاہے مجھے فروخت کرے یا غلام رکھ لے، استاد کی محبت اور احترام حصول علم کی اولین شرط ہے، امام سرخسیؒ کہیں باہر گئے، وہاں کے سب تلامذہ ان سے ملنے آئے ایک شاگرد نہ آئے اور جب ان کے جاتے وقت ملنے آئے تو معذرت ظاہر کی کہ میری والدہ بستر مرگ پر تھیں، اس لئے نہ آسکا۔

امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ اس شخص کی عمر زیادہ ہوگی، مگر علم میں برکت نہیں ہوگی۔ امام صاحبؒ نے بددعا نہیں کی لیکن خاصیت بتلادی کہ والدین کی خدمت سے عمر میں اور اساتذہ کے ادب سے علم میں برکت اور اضافہ ہوتا ہے، چنانچہ اس شخص کو ایک سو بیس برس کی عمر ملی، مگر کسی کو فیض نہ پہنچا، میں خود دیوبند میں تھا تو زمانہ طالب علمی میں حضرت شیخ مدنیؒ کے

ہاں بعض اوقات ان کی خدمت کے لئے جایا کرتا اور پاؤں دباتا، بعض ساتھی ہنستے کہ یہ چاپلوسی کرتا ہے، مگر یہ ان بزرگوں کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ مجھ نالائق انسان سے بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ کام دین کا لیا، اور توفیق دے رہے ہیں، ان میں سے اور کئی ساتھی تھے جو اس راستہ کو چھوڑ چکے ہیں تو علم سارا ادب ہی ادب ہے، دین کا ادب اساتذہ اور علم کا ادب۔

جو مشفق اساتذہ گھر بار چھوڑ کر تمہاری تعلیم میں شب وروز مصروف ہیں، وہ تمہارے بدخواہ کیسے ہوسکتے ہیں؟ اگر برائی سے منع کرتا ہے تو تمہاری خیر خواہی کے لئے، ہاں اگر بالفرض استاد ناجائز کہے تو ''لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق'' جسمانی والدین کا جتنا احترام ہے کہ انہیں درشت جواب بھی نہ دو اور نرم کلامی اختیار کرو، وہی احترام روحانی باپ کا بھی کرنا لازمی ہے، اور اس کے احکام کی تعمیل ضروری ہے۔

وضع قطع سنت کے مطابق:...... بھائیو! باطل قومیں اپنی ثقافت اور یونیفارم کی حفاظت کے لئے جان دے دیتی ہیں، قوم کی قوم تباہ ہوجاتی ہے، مگر یونیفارم کو نہیں بدلتے، مرزا بے دل فارسی کا مشہور شاعر تھا، ایران سے علماء آئے، دہلی میں مرزا بیدل سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، اس کا چرچا انہوں نے سنا تھا، جب اسے دیکھا تو حیران ہوئے کہ اتنی بڑی شہرت اور داڑھی صاف، متعجب ہوکر کہنے لگے کہ ''ایں مرزا بیدل است ریش رامی تراشد؟'' تو اس نے کہا کہ ''بلے ریش رامی تراشد مگر دل کسے رانمی خراشد'' آج کل بھی یہی کہا جاتا ہے کہ داڑھی منڈوائی تو کیا دل تو صاف ہے اور محبت سے لبریز ہے، وہاں بھی ایسا کہا گیا کہ داڑھی تراشتے ہیں مگر کسی کا دل نہیں دکھاتے، ایرانی علماء نے فقرہ چست کیا کہ ''لکن دل رسول اللہ رامی خراشد'' مرزا بیدل کے دل پر اس جملہ کا اتنا اثر ہوا کہ تڑپ گئے، سوچنے لگے کہ یہ کیسی محبت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کررہا ہوں اور اس کے دل کو زخمی کرتا ہوں، کہا جاتا ہے کہ اس شدت احساس کے غم میں تیسرے دن انتقال کر گئے۔

بھائیو! یہاں باہر سے لوگ آتے رہتے ہیں، خود داڑھی منڈے بھی ہوں مگر تمہاری صورت اور سیرت کو اچھی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں، اور جب ہماری شکل علماء وطلباء کی طرح نہیں ہوگی تو وہ متنفر ہوں گے، کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ حدیث پڑھتے ہیں مگر ان پر اثر نہیں ہوتا، علماء وفقہا کا اجماع ہے کہ داڑھی منڈانے والا شخص فاسق ہے، گو اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے مگر مکروہ ہے، اور اس کی گواہی قبول نہیں جو لوگ فقہ اور حدیث کے ان تصریحات کو نہیں مانتے، وہ پرویزی اور منکرین حدیث ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عمل سے داڑھی کی حد مقرر فرمائی ہے اور مٹھی سے کم کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح رہنے سہنے میں صفائی کا خیال رکھیں، کمرہ کو صاف رکھیں، کپڑے صاف رکھیں، گندی جگہ پر رحمت کے فرشتے نہیں آتے، اور مدرسہ کی کسی چیز کا ناجائز استعمال حرام ہے، مدرسہ کے تمام انتظامات آپ ہی کے آرام وراحت کے لئے ہیں، اب سب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام عادات واطوار، اخلاق اور علم وعمل کو شریعت وسنت کے مطابق بنادے اور ہمیں علماء حق کی راہ پر چلنے کی توفیق ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد وآله و صحبه اجمعین.